OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

بائبل اور سیرت طیبہ کی روشنی میں نسوانی معاشی کردار کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

The Economic Role of Women in the light of the Bible and Prophetic Sīrāh: An Analytical and Comparative Study

ڈاکٹر تحسین سرور
چئیر مین اسلامک سٹڈیز سپر ئیر کالج سمبڑیال ضلع سیالکوٹ
محمد قاسم
لیکچرر شعبہ تقابل ادیان انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

Abstract

Islam is a religion that examines everything on the basis of fitrah standards. From ancient times to the present, different views have been debated regarding the economic role of women in the Bible and Prophet's (ﷺ) Sīrāh. However, in Christian scholarship and Islamic teachings, the overall roles of women have been discussed separately in different contexts. The present article seeks to highlight the economic role of women in the Christian era and the Prophet's (ﷺ)regime to present their status in both societies. According to today's difficult and unfavorable economic situation, it is imperative that the Christian and Prophetic (ﷺ) eras be exemplified for awareness and guidance. The research covers various occupations of women such as breastfeeding, care, cooking, driving, industry, craft, farming, teaching, business and inheritance. The terms of business have also been clarified. Moreover, the analytical and comparative methodology is adopted to examine the Biblical text and the Prophetic (ﷺ) Sīrāh. In short, the research seeks to bridge the gap between Muslim and Christian communities by removing misconceptions about the economic role of women .

Keywords: Economy, Women, Bible, Quran, Comparison ,

اسلام دین فطرت ہے، اس لیے یہ ہر چیز کو فطری معیار پر پرکھتا ہے، ازمنہ قدیم اور عہد حاضر میں بائبلی وقرآنی تہذیب کے پروردہ علاقوں میں خواتین کے معاشی کردار کے حوالے سے مختلف قسم کے خیالات زیرِ بحث رہے ہیں۔ جن میں خواتین کے کردار کی وہ قدر نہ کی گئی جس کی وہ مستحق تھی اور ہے۔ اگرچہ مسیحی واسلامی تعلیمات کے تناظر میں الگ الگ طور پر نسوانی کردار کو مختلف پیرایوں میں حوالہ قرطاس کیا گیا ہے۔ لیکن زیرِ نظر مضمون میں عہد عیسوی ونبوی ﷺ میں عورت کے معاشی کردار کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی حیثیت کو بھی واضح انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ لہٰذا ہم بجاطور پر کہہ سکتے ہیں کہ آج کے پُر کٹھن اور نامساعد معاشی حالات سے نپٹنے کے لیے عیسوی ونبوی ﷺ دور کو مثال بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ زیر نظر مضمون میں دودھ پلانا، کھانا پکانا، دستکاری، صنعت، کھیتی باڑی، تدریس، کاروبار اور وراثت کو احاطہ تحریر میں لایا

گیاہے۔ نیز کاروبار کی شرائط کو بھی واضح انداز میں پیش کیا گیاہے۔ مزید یہ کہ بائبل کے متن اور سیرت النبی ﷺ کو جانچنے کے لیے تجزیاتی وتقابلی طریقہ کار کو اختیار کیا گیاہے۔ مختصر یہ کہ تحقیق خواتین کے معاشی کردار کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلم و مسیحی برادریوں کے درمیان خلا کو پُر کرنے کا کردار ادا کرتی ہے۔

تعارف

موجودہ زمانے کی رواداری اور ہنگام خرامی کی بڑی وجہ معاشی کھینچاتانی ودھکم پیل ہے۔ اگرچہ انسان نے گذشتہ ادوار کی نسبت بہت کچھ اکٹھا کر لیاہے اور اس کی لامتناہی جستجو ہنوز دنیا کی مخفی وسعتوں کو تلاش کرنے اور ان کو اپنے کام میں لانے کی ازحد کوششوں میں مصروف ہے۔

مگر اس "بہت کچھ" اور "زیادہ سے زیادہ" کی دوڑ دھوپ نے اس کے اخلاقی جوہر کو گہنا دیا ہے اور انسان کو انسان نہیں بلکہ حیوانوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے، انسانی توقیر مٹنے کو ہے، قناعت اور صبر جو اصل جوہر انسانی اور سرمایہ ایمانی تھے رفتہ رفتہ ناپید ہونے کو ہیں، معاشی بے قراریوں اور ہوسناکیوں سے جنم لینے والے دیگر رذائل اخلاق الگ وبال جان بنے ہوئے ہیں، اس طمع اور ہوس نے لوٹ مار، چوری چکاری، خیانت وددیانتی، قتل وغارت گاری اور عصمت دری وانتقام کشی جیسے کانٹے جب سے چمن زار جہاں میں بوئے ہیں دنیا سے امن وسکون کے پھول مرجھا گئے ہیں اور دنیا جو دار العمل تھی۔۔۔ کہ ہر کوئی اچھے عمل کرے۔۔۔۔ محض کھویا موئی کا میدان بن کر رہ گئی ہے۔

تکلیف کی بات یہ کہ طمع ولالچ کے اثر سے کوئی طبقہ محفوظ نہیں رہ سکا، دنیاداروں، سیاست وسیادت کے طلبگاروں، درہم ودینار کے بھائی بندوں، شہرت ونمود کے چاہنے والوں اور مال ودولت کے پجاریوں کا قصہ تو ایک طرف یہاں وہ طبقے بھی ہوس دنیا کی کیچڑ میں لتھڑے نظر آتے ہیں جو کبھی درویشی اور زہدو تقویٰ میں معروف ہوتے تھے، اب معاملہ یہ ہے کہ عالم کی نظر لوگوں کے مالوں پر ہے اور واعظ کن اکھیوں سے سامعین کی جیبوں کو ٹٹولتا ہے، زاہد کا ہر دانہ تسبیح ریائی ہے تو فقیہ و قاضی ادنی مال دنیا پر دین فروختی کا گھناؤنا دھندا کر رہے ہیں۔

"رووں دل کو کہ پیٹوں جگر کو میں"

طلب دنیا کی ہوس نے معاشرے کا چلن بگاڑ دیا ہے چنانچہ اب حد بڑھی ہوئی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ایسے افراد کو بھی میدان معاش میں کودنا پڑا ہے جو خالق کائنات نے اس کام کے لیے تخلیق ہی نہیں کیے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالی نے مرد کو معاشی ذمہ داریوں کو بجالانے والا اور طلب رزق کا کفیل مقرر کیاہے اور عورت کو امور گھر داری کی تکمیل اور ایک مثالی خاندان کی تشکیل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، پھر ان کی بندر بناوٹ ان کے دائرہ عمل کو مد نظر رکھتے ہوئے ترتیب دی ہے تا کہ ہر کوئی اپنے مدار میں بآسانی گھوم سکے۔ مگر ہوس جاہ ومال کے بے کراں سیلاب اور منہ زور خواہشوں کے طوفان کے ریلے نے نظام قدرت کو درہم برہم کر دیا ہے چنانچہ اب عورت بھی معاشی جدوجہد کا حصہ بن رہی ہے وہ مرد کی فرمان بردار ہونے، نئی نسلوں کی اصلاح وتربیت کرنے، گھر گرہستی کو باحسن سرانجام دینے کی بجائے مرد کے ہم رکاب ہو کر طلب مال اور فراوانی دولت کے لیے کوشاں ہے۔

اس الٹ چال نے جہاں نفسیاتی الجھنوں اور خاندانی جھگڑوں کو جنم دیا ہے وہاں دین ومذہب کے مفکر ومدبر اور نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے والے فقیہ کے لیے تحقیق کا نیا میدان بھی کھول دیا ہے۔ چنانچہ عورتیں معاشی جدوجہد کا حصہ بن سکتی ہیں؟ بن سکتی ہیں تو کس قدر؟ علاوہ ازیں وہ کون سے پیشے اپنا سکتی ہیں؟؟ کن شرائط کو مدنظر رکھنا ضروری ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات ضروری ہیں تاکہ بعض ناگزیر حالات میں اگر عورت کو اپنے کینڈے اور فطرت کے خلاف جاکر کچھ کرنا بھی پڑے تو وہ دین ومذہب کی اجازت وشرائط کا مضبوط سہارا ہمراہ رکھ سکے۔

راقم مذکورہ مقالے میں عورتوں کے پیشوں اور ان کے کام وکاج کے دلائل قرآن و بائبل کی روشنی میں پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ تقابلی جائزے سے نا صرف حق کا سرا ہاتھ میں آئے بلکہ اس مسئلے کی قدامت بھی ثابت ہو سکے۔

بائبل سے خواتین کے معاشی احوال

کسب معاش اور جہد روزگار کے لیے اس دور کے انسانوں نے کئی ذرائع اختیار کیے جو قریب قریب تمام کے تمام عصر حاضر میں موجود ہیں۔

"استاد۔ کاشتکار۔ ترکھان۔ بزرگ [عدالت کا ممبر] بیگار لینے والے۔ پشم کترنے والے۔ پہرے دار۔ ٹھٹھیرا [پیتل کے برتن بنانے والا]۔ جادوگر۔ جولاہا۔ چرواہا۔ حوالدار۔ حجام۔ خادم۔ خزانچی۔ خیمہ دوز۔ دایہ۔ دباغ۔ دربان۔ دھوبی۔ ڈاکو۔ ربی۔ رنگریز۔ ساقی۔ سپاھی۔ سنار۔ شکاری۔ طبیب۔ عالمِ شرع۔ غلام۔ غیب بین۔ فقیر۔ قاضی۔ کاتنے والا۔ کاھن۔ کمہار۔ مغنی۔ عطار۔ لوہار۔ ماھی گیر۔ محصول لینے والا۔ منشی۔ منتظم۔ معلم۔ راج۔ ملاح۔ ناظم۔ نانبائی۔"[1]

یہ وہ پیشے ہیں جو بائبل میں مذکور ہوئے، ان پیشوں میں بعض سے خواتین بالخصوص طور پر اور بعض سے مشترک طور پر وابستہ رہیں۔ زمانہ قدیم میں بہت سی اقوام میں عورت کو اتنی آزادی حاصل نہ تھی کہ جتنی اسرائیلی خواتین کو تھی۔ اگرچہ شوہر خاندان کا سربراہ تھا مگر پھر بھی بیوی کو کاروبار کرنے اور کھیت کھلیان سینچنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ اس معاملے میں اسے شوہر کا تعاون حاصل تھا۔ اور اگر عورت دھاگہ بُننے اور کپڑا بنانے میں ماہر ہوتی تو کاروبار میں الگ سے پہچان بنا سکتی تھی۔ بائبل میں نیکوکار بیوی کی صفات میں ایک صفت مالی معاملات میں خاوند کا ہاتھ بٹانا بھی شمار کی گئی ہے:

"وہ اون اور کتان ڈھونڈتی ہے اور خوشی کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہے۔"[2]

خوش اسلوبی سے کیا کام ہی ثمر آور ثابت ہوتا ہے اور لوگوں کے دل میں گھر کر سکتا ہے۔

رضاعت وحضانت

رضاعت وحضانت کا پیشہ ایسا پیشہ ہے جس سے فطری طور پر صرف عورت ہی منسلک ہو سکتی ہے چنانہ بائبل میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کی فراہم کردہ دایوں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تو آل فرعون کو موسیٰ کی خدمات اجرت پر حاصل کرنا پڑیں۔ فرعون کی بیٹی کے الفاظ ہیں:

"تو اس بچے کو لے جا کر میرے لیے دودھ پلا۔ میں تجھے تیری اجرت دیا کروں گی۔ وہ عورت اس بچے کو لے جا کر دودھ پلانے لگی۔ جب بچہ کچھ بڑا ہوا تو وہ اسے فرعون کی بیٹی کے پاس لے گئی۔"[3]

علاوہ ازیں حضانت کا پیشہ بھی رضاعت کے مانند صرف عورتوں کے لائق ہے، چنانچہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کا قتل عام کرنا چاہا تو دایوں کا وفد اپنے ہاں بلوایا اور ان سے کہا:

"تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دائیوں سے جن میں ایک کا نام سفرہ اور دوسری کا فوعہ تھا باتیں کیں۔ اور کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے تم بچہ جناؤ اور ان کو پتھر کی بیٹھکوں پر بیٹھی دیکھو تو اگر بیٹا ہو تو اسے مار ڈالنا اور اگر بیٹی ہو تو وہ جیتی رہے۔"[4]

باورچن

اگرچہ باورچی خانہ کی کلی طور پر ذمہ داری عورت کے کاندھوں پر ہے اور اس کے سگھڑپن وسلیقہ شعاری کا اندازہ پکوان سازی کے ہنر سے لگایا جاتا رہا ہے مگر عورت نے بوقت اضطرار اپنے اس ہنر کو بطور پیشہ بھی اختیار کیا ہے۔ عہد نامہ قدیم کے مطابق عورتیں ضیافتوں میں کھانا پکانے کی ذمہ داری نبھایا کرتی تھیں۔ کچھ لوگوں نے سموئیل نبی سے نئے بادشاہ کی تعیناتی کا مطالبہ کیا تو اس پر انہوں نے بادشاہ کی جملہ ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"اور تمہاری بیٹیوں کو لے کر گندھن اور باورچن اور نان پز بنوائے گا۔"[5]

حرب وجنگ کے مہیب بادلوں کے سایے میں عساکر کی بھوک پیاس کو بجھا کر دوبارہ جنگ کے لیے تیار کرنا بھی عورت کی ذمہ داریوں میں سے اہم کام سمجھا جاتا تھا، چنانچہ ساؤل کمانڈر کی دوران جنگ پریشانی کو بھانپتے ہوئے ایک عورت نے اپنے گھر کے دریچے وا کیے:

"اس عورت کے گھر میں ایک موٹا بچھڑا تھا۔ سو اس نے جلدی کی اور اسے ذبح کیا اور آٹا لے کر گوندھا اور بے خمیری روٹیاں پکائیں۔ اور ان کو ساؤل اور اس کے ملازموں کے آگے لائی اور انہوں نے کھایا۔ تب وہ اٹھے اور اسی رات چلے گئے"[6]

کتاب پیدائش میں بھی اسی سے ملتا جلتا واقعہ موجود ہے۔

"اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑا گیا اور کہا کہ تین پیمانہ باریک آٹا جلد لے اور اسے گوندھ کر پھلکے بنا۔"[7]

بائبلی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ صنفِ نازک گھریلو امور انجام دہی کے ساتھ ساتھ ضیافتوں میں باورچن کا پیشہ بھی نبھاتی تھیں۔

گلہ بانی

گلہ بانی کرنااور بھیڑ بکریاں چرانا اگرچہ مردوں کا کام ہے اور اس کام کی سخت کوشی مردوں کی جاں فشانی کا تقاضا کرتی ہے مگر جب ستم گری زمانہ سے یہ ذمہ داری عورتوں پر آگئی تو انہوں نے اس کو پیشہ سمجھ کر اپنایا اور نبھایا، بلکہ بائبلی بدوی معاشرے میں عورتوں کا گلہ بانی سے منسلک ہونا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر جب کنعان کے کنواں کے قریب سے ہوا تو انہوں نے دو نوجوان لڑکیوں کو بکریوں کے ہمراہ دیکھا جو گھر میں کسی تنومند مرد کے نہ ہونے کی صورت میں یہ ذمہ داری نبھار ہی تھیں۔ کتاب خروج کے الفاظ ہیں:

"اور جب وہ باپ رعوایل کے پاس لوٹیں تو اس نے پوچھا کہ آج تم اس قدر جلد کیسے آگئیں انہوں نے کہا ایک مصری نے ہم کو گڈریوں کے ہاتھ سے بچایا اور ہمارے بدلے پانی بھر بھر کر بھیڑ بکریوں کو پلایا۔"[8]

صنعت و حرفت

جتنی انسانی تاریخ پرانی ہے اتنی ہی صنعت و حرفت کی تاریخ قدیم ہے۔ اور ان میں قدیم ترین پیشہ کپڑا بننے کا ہے۔ بلکہ امور خانہ داری میں کپڑا بننا بھی سمجھا جاتا تھا۔ کپڑا بننا عورتوں کا پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ قاموس الکتاب میں درج ہے:

"پرانے زمانے میں بننے کے لیے کتان، اون اور بکری کے بال استعمال کیے جاتے تھے، یہ ہنر بہت قدیم ہے۔ پہلے پہل ایک گھریلو صنعت تھی جو عورتوں کی ذمہ داری تھی۔"[9]

صنف نازک کے نرم و نازک ہاتھوں نے کپڑا سازی کا کام کیا اور مردوں کے معاشی بوجھ کو قدرے ہلکا کر دیا۔ بائبل کے کئی مقامات پر اس کے دلائل موجود ہیں۔ عہد نامہ قدیم میں اس سلسلے کا ایک باقاعدہ اسکول (اسٹیچنگ سنٹر) بھی ملتا ہے جس کو کسی جنگ میں ڈھایا گیا تھا:

"اور اس نے لوطیوں کے مکانوں کو جو خداوند کے گھر میں تھے جن میں عورتیں یسیرت کے لیے پردے بنا کرتی تھیں ڈھا دیا۔"[10]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یوم سبت کی مناسبت سے ہدیہ پیش کرنے کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ کپڑا بننے کی ماہر خواتین نے اپنے ہاتھوں سے کپڑا بن کر پیش خدمت کیا۔

"اور جتنی عورتیں ہوشیار تھیں انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کات کات کر آسمانی ارغوانی اور سرخ رنگ کے اور مہین کتان کے تار لا کر دیے۔ اور جتنی عورتوں کے دل حکمت کی طرف مائل تھے انہوں نے بکریوں کی پشم کاتی۔"[11]

نیک بیوی کی صفات میں اون اور کتان ڈھونڈنا بھی بتایا گیا ہے:

"وہ اون اور کتان ڈھونڈتی ہے اور خوشی کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہے۔"[12]

کتاب امثال ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اس کام میں کافی مہارت رکھتی تھیں۔

"وہ تکلے پر اپنے ہاتھ چلاتی ہے اور اس کے ہاتھ اٹیرن پکڑتے ہیں۔"[13]

کتاب امثال کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر عورتیں کپڑے بننے کا کام کرتی تھیں۔

"وہ مہین کتانی کپڑے بنا کر بیچتی ہے۔ اور پٹکے سوداگروں کے حوالہ کرتی ہے۔"[14]

اسرائیلی عورتوں کی اپنی الگ شناخت اور حقوق تھے۔ وہ محض شوہروں کی جاگیر نہیں تھیں۔ بلکہ تنگدستی کی صورت میں اپنے خاوندوں کے معاشی بوجھ کو کم کر کے ان کا سہارا بنتی تھیں۔

فلاحت و کاشتکاری

بائبل میں مذکور ہے کہ فلاحت و کاشتکاری کا پیشہ خواتین کی عزت میں اضافہ کرتا اور ان کے خاوندوں سے وفاشعاری کی دلیل ہوتا نیز اس پیشے سے ان کے اور خدا میں ایک قریبانہ تعلق بن جاتا تھا۔ لموایل بادشاہ کی ماں ایک وفاشعار، خاوند کی مطیع اور خدا کا قرب حاصل کرنے والی عورت کی صفات میں دیگر امور کے ساتھ کاشتکاری کو بطور صفت بیان کرتی ہوئی کہتی ہے:

"وہ کسی کھیت کی بابت سوچتی ہے اور اسے خرید لیتی ہے اور اپنے ہاتھوں کے نفع سے تاکستان لگاتی ہے۔ وہ مضبوطی سے اپنی کمر باندھتی ہے اور اپنے بازوؤں کو مضبوط کرتی ہے۔ وہ اپنی سوداگری کو سُودمند پاتی ہے۔ رات کو اس کا چراغ نہیں بجھتا۔ وہ تکلے پر اپنے ہاتھ چلاتی ہے اور اس کے ہاتھ اٹیرن پکڑتے ہیں۔ وہ مفلسوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتی ہے۔"[15]

فلاح عامہ کے کاموں میں شریک ہونے والی عورت کو بہترین عورت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ تبی ممکن ہے کہ وہ اپنا ذاتی کاروبار رکھتی ہے اور اپنی کمائی میں سے مرضی کے خیراتی کاموں میں خرچ کرتی ہے۔

مدرسہ و استانی

اگرچہ موجودہ حالات کے مطابق تعلیمی ادارے اور درسگاہیں تو موجود نہ تھیں، لیکن تعلیمی سلسلہ اپنے محدود وسائل وذرائع کے مطابق کسی نہ کسی طرح جاری وساری تھا۔ جیسا کہ بائبلی زمانے میں تعلیمی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے قاموس الکتاب میں پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"شروع میں تعلیم کا مرکز گھر تھا اور والدین استاد کے فرائض ادا کرتے تھے۔ گھر کی تعلیم بائبل کے سارے زمانے میں ایک اہم کردار ادا کرتی رہی۔ رفتہ رفتہ عبادت خانے نے ترقی کی اور وہی تعلیم کا گہوارہ بنا۔ خداوند مسیح نے عبادت خانے کو اپنی تعلیم دینے کے لیے بڑے مؤثر طریقے سے استعمال کیا۔ بچوں کو عبادت خانے یا اس کے پاس کی عمارت میں سبق پڑھایا جاتا تھا۔"[16]

ابتداء میں تعلیم مذہب اور اخلاقی نظریات تک محدود تھی۔ یعنی خداوند کا خوف علم کا آغاز ہے۔

"اور اس نے انسان سے کہا دیکھ خداوند کا خوف ہی حکمت ہے اور بدی سے دور رہنا خرد ہے۔"[17]

پادری برکت اللہ مزید لکھتے ہیں:

"لڑکیوں کی تعلیم پورے طور پر ماؤں کے سپرد تھی۔ان کو گھریلو کام کاج اور سادہ اخلاقی تعلیم کے بارے میں سبق دیے جاتے تھے۔انہیں پڑھنا بھی سکھایا جاتا تھا تاکہ شریعت سے واقف ہو جائیں۔ان کی تعلیم اہم سمجھی جاتی تھی اوران کی کوئی غیر زبان سیکھنے میں حوصلہ افزائی بھی کی جاتی تھی۔"[18]

کتاب امثال میں لموایل بادشاہ کی ماں اپنے بیٹے کے لیے اچھی معلمہ و مربی ثابت ہوئی۔جو ایک فاضلہ عورت کا مجسم پیکر پیش کرتی ہے:

"اے میرے بیٹے! اے میرے رحم کے بیٹے! تجھے جسے میں نے نذریں مان کر پایا کیا کہوں؟اپنی قوت عورتوں کو نہ دے اور اپنی راہیں باشاہوں کو بگاڑنے والیوں کی طرف نہ نکال۔بادشاہوں کو اے لموایل! بادشاہوں کو میخوری زیبا نہیں اور شراب کی تلاش حاکموں کو شایان نہیں مبادا وہ پیکر قوانین کو بھول جائیں اور کسی مظلوم کی حق تلفی کریں۔"[19]

ان عبارات سے بائبلی زمانے میں تصور تعلیم سے آگاہی میسر آتی ہے۔کہ انسان نے امیری و غریبی کے طویل سفر میں اپنی آگاہی پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔چاہے آج کے دور کے موافق اسے جدید اور منظم دانش کدے میسر نہ بھی آئے لیکن اس نے اپنی علمی پیاس کو بجھانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔لہذا جب تعلیم ہو گی تو اس کے لیے معلم و مربی کا موجود ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

حق وراثت

بائبلی قانون کے مطابق اولاد نرینہ کی عدم موجودگی میں عورت وراثت کی حق دار ٹھہرتی ہے۔اولاد نرینہ کی موجودگی میں لڑکے ہی وراثت کے مالک ہوں گے اوران لڑکوں میں جو پہلا لڑکا ہے اسے دوسرے بھائیوں کے بالمقابل دوگنا حصہ دیا جائے گا۔جب کوئی بیٹا موجود نہ ہو تو بیٹیاں وراثت کی حق دار ہوں گی۔جیسا کہ صلافحاد بن حفر بن جلعاد بن بکیر بن منسی کی پانچ بیٹیاں محلاہ، نوعاہ، حجلاہ، ملکاہ اور ترضاہ تھیں موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہتی ہیں کہ ہمارا باپ فوت ہو چکا ہے اور اس کا کوئی بھی بیٹا نہیں تھا اس لیے باپ کے بھائیوں کے ساتھ ہمیں بھی حصہ دیا جائے۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر معاملہ اٹھا رکھا۔اور وحی کے بعد صلافحاد کی پانچوں بیٹیوں کے حق میں فیصلہ سنادیا۔

"خداوند نے موسیٰ سے کہا صلافحاد کی بیٹیاں ٹھیک کہتی ہیں تو ان کو ان کے باپ کے بھائیوں کے ساتھ ضرور ہی میراث اس کے باپ کے بھائیوں کو دینا اگر اس کے باپ کا کوئی بھائی بھی نہ ہو تو وہ شخص جو اس کے گھرانے میں اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو اسے اس کی میراث دینا وہ اس کا وراث ہو گا اور یہ حکم بنی اسرائیل کے لیے جیسا خداوند نے موسیٰ کو فرمایا واجبی فرض ہو گا۔"[20] لیکن اس عام رواج سے ہٹ کر حضرت ایوب علیہ السلام نے بیٹوں کی موجودگی میں بیٹیوں کو بھی وراثت میں شریک کیا۔عہد نامہ قدیم میں اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

"اس کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں بھی ہوئیں اور اس نے پہلی کا نام یمیمہ اور دوسری کا نام قصیاہ اور تیسری کا نام قرن ہپوک رکھا۔ اور اس ساری سرزمین میں ایسی عورتیں کہیں نہ تھیں جو ایوب کی بیٹیوں کی طرح خوب صورت ہوں اور ان کے باپ نے ان کو ان کے بھائیوں کے درمیان میراث دی۔"[21]

لیکن بنی اسرائیل نے حضرت ایوب علیہ السلام کی اس عظیم مثال کو قبول کرنے کی بجائے پہلی روش ہی کو برقرار رکھا۔ اور اسی قانون کو برقرار رکھا کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے بیٹی وراثت سے محروم رہے گی۔

"پر اگر وہ اپنے غلاموں میں سے کسی کو اپنی میراث میں سے ہدیہ دے تو وہ آزادی کے سال تک اس کا ہو گا اس کے بعد پھر فرمانروا کا ہو جائے گا مگر اس کی میراث اس کے بیٹوں کے لیے ہو گی۔ اور فرمانروا لوگوں کی میراث میں سے ظلم کر کے نہ لے گا تا کہ ان کو ان کی ملکیت سے بے دخل کرے پر وہ اپنی ہی ملکیت میں سے اپنے بیٹوں کو میراث دے گا تا کہ میرے لوگ اپنی اپنی ملکیت سے جدا نہ ہو جائیں۔"[22]

عہد نامہ جدید میں وراثت کے تعلق سے کوئی احکام نہیں ملتے ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ قانونِ وراثت کے سلسلے میں وہ شریعت موسوی یعنی عہد نامہ قدیم کے تابع ہیں۔

یہ اور اس کے بیسیوں دلائل ہمیں خواتین کے اختیار کردہ پیشوں کا پتا دیتے ہیں جن کا ذکر بائبل میں آیا۔ یورپ کی افراتفری اور ہنگام آرائی نے عورت کو جس بری طرح کھلونا بنایا ہے اور اس کو معاشی آلہ کار کے طور پر پیش کیا اس بے قدری نے انسانیت کا سر شرم سے جھکا دیا ہے، بائبل اگرچہ تحریف شدہ ہے مگر پھر بھی یورپ و امریکہ کی آزاد خیالیوں کا ساتھ نہیں دیتی۔ عورت کو معاشی جدوجہد میں معاونت کی آڑ میں جس طرح ذلیل و خوار کیا گیا اور جس طرح گاڑیوں، جہازوں، دفتروں، قمار گھروں و مے خانوں میں اس کے حسن کی نمائش لگا کر دام بٹورے گئے کیا بائبل ان سب کالے دھندوں کی تصدیق کر سکے گی؟

بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ عورت نے اول تو اپنی فطرت کے مطابق پیشے اختیار کئے نیز فیشن اور مادر پدر آزادی کی خاطر نہیں اور نہ ہی گھر داری سے فرار کی خاطر بلکہ اضطراری حالت میں اس نے اپنے ہنر کو بطور پیشے کے پیش کیا اور معیشت کی گاڑی میں سوار ہوئی۔ عورت کی موجودہ تذلیل کا ساتھ کوئی مذہب نہیں دیتا یہ ان مادہ پرستوں کا کیا دھرا ہے جو دنیا کو اپنے حکم نامے اور نئے عالمی نظام کے تحت چلانے کی خواہش میں مرے جا رہے ہیں۔ جو مصنوعی بحران پیدا کرنے کے ماہر ہیں اور دنیا کی معیشت کو مٹھی میں رکھ کر اپنے مفادات کی تکمیل کرتے ہیں، انہی کی ریشہ دوانیوں نے عورت کے سر سے ردائے عصمت کھینچ لی ہے اور اس کو بازار کی زینت بنا ڈالا۔

عورت کا معاشی کردار اور اسلامی تعلیمات

دین اسلام عورت کی عزت و توقیر کا ضامن ہے، اسلام نے عورت کے حقوق و حدود مقرر کر کے صدیوں سے ظلم سہتی صنف نازک پر احسان عظیم کیا ہے، اس کے دائرہ کار کی تحدید دراصل اس کی ہمدردی ہے اور ظلم و زیادتی کی گھومتی چکی سے اس کو بچانے کی خاطر ہے۔

اسلام عدل وانصاف، رحم وتلطف اور حکمت ومساوات کا دین ہے اس کی نظر میں چھوٹا،بڑا، مرد وزن، سیاہ وسپید سب برابر ہیں۔ چونکہ یہ دین احوالِ انسانیت کی اصلاح کے لیے مامور ہوا تھا اس لیے سب سے قبل اس کی نگاہ ان طبقہ ہائے انسانی پر پڑی جو سب سے زیادہ مفلوک الاحوال تھے، بلاشبہ ان میں سرِ فہرست عورت ہی تھی جو اپنی فطری نزاکت وکمزوری کی بنا پر مردوں کی بالادستی والے معاشرے کے ہاتھوں جبرِ مسلسل کا شکار ہوتی آرہی تھی۔

اس پر کی جانے والی جملہ زیادتیوں میں ایک ظلم یہ بھی تھا کہ عورت نکھٹوں، کام چوروں، شراب خوروں اور نکمّے مردوں کی عیش پرستی کا سامان مہیا کرتی تھی، عورت جس کو خدا تعالیٰ نے نزاک آبگینہ بنایا تھا سخت سے سخت کاموں کو بجالاتی اور ستم پر ستم کہ اس مشقت کے بعد وہ مردوں کی ہوس کا نشانہ بھی بنتی۔

گھر میں اپنوں کی زیادتیاں اور گھر سے باہر بیگانوں کی ستم ظریفیاں سہتے سہتے صنفِ نازک تھک کر چور ہو گئی تھی، اس کے نازک اندام چہرے پر اہلِ زمانہ کے سخت گیر ہاتھوں نے اتنے تھپیڑے لگائے کہ ساری رعنائی پژمردگی میں بدل گئی تھی اور اس کا جسم مردوں کے جان توڑ بوجھ کو اٹھا اٹھا کر سوکھ کر کانٹا ہوا جاتا تھا۔ اس کی چادر تار تار ہو چکی تھی، لباس چیتھڑے بن چکا تھا، جسم برہنگی سے خجل خجل تھا۔ چہرے پر ستم زمانہ کی داستان جھریوں کی صورت میں رقم تھی، دل زخم دار تھا اور جگر فگار تھا، پاؤں اور سر سے برہنہ، پھٹے حالوں اور گرتے آنسوؤں سے جب اس نے بد نصیب ہاتھ بلند کیے تو یکایک رحمت خداوندی کو جوش آیا اور جناب محمد عربی ﷺ کے ہمراہ دینِ حق کا نور مبین بھیج دیا گیا۔

چنانچہ اب صورتحال یہ ہوئی کہ اس کی ردائے عزت اس کے سر پر جم گئی، جسم آبگینہ قرار پایا، مرد کو اس کی مضبوط پناہ گاہ بنادیا گیا، اس کی بے توقیری پر کڑی سزائیں سنائی گئیں، اگر یہ صالح ہوئی تو کل دنیا کی بہترین متاع قرار پائی کہ :

﴿إِنَّ الدُّنْيَا كُلَّهَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ﴾ [23]

اسلام نے ایک بڑا احسان یہ بھی کیا کہ اس کے دائرہ عمل کی حدبندی کر کے اس کے لیے آسانی کر دی تاکہ یہ نوکرانی یا خادمہ بن کر نہیں بلکہ ملکہ وشہزادی بن کر رہے، اسلام نے ہمیں بتایا کہ عورت امورِ گھرداری کے لیے بنی ہے، اس کا کام مرد کے مال وعزت کی حفاظت کرنا، گھر کا انتظام وانصرام کرنا اور نئی نسلوں کی اسلامی خطوط پر پرورش کرنا اور روزِ قیامت وہ اسی ذمہ داری کی مسئولہ ہوگی۔ سفینہ معاش کا ملاح مرد کو بنا کر اس کی عزت اور قوامیت میں اور اضافہ کر دیا تاکہ وہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو اور احساسِ ذمہ داری کی وجہ سے سیدھے راستے پر گامزن رہے۔ مگر ناگہانی حالات کا کس کو علم ہے، کس کو خبر کہ نگاہ ساز ہستی کوئی اور راگ چھیڑ دے، کون کب کیسے حالات کا شکار ہو جائے، خدا جانے کس دوشیزہ کے سر سے اس کا سائبان جو مرد کی صورت میں چھین لیا جائے اور اس کو تپتی دھوپ کے حوالے کر دیا جائے۔ یا مرد کی موجودگی میں ہی دائرہ عیش تنگ کر دیا جائے کہ :

﴿"اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [24]

چنانچہ اسلام نے ایسے ناگزیر حالات میں کہ جب عورت کو اپنے گھر کی دہلیز پار کرنا پڑ جائے کئی تعلیمات اور نمونے ہمارے سامنے رکھے ہیں تاکہ وہ گھر سے نکل پڑی ہے تو راستہ واضح رہے۔

خواتین کی معاشی جدوجہد اور اسلامی شرائط

مسلمان عورت کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ شریعت نے بوقت ضرورت گھر سے باہر ملازمت کی اجازت تو دی ہے حکم نہیں، جس طرح مسجد میں نماز پڑھنے کا اذن تو ہے لیکن فرض نہیں کیا۔ لہذا جیسے مسجد میں نماز پڑھنے کی شرائط رکھی ہیں بعینہ کسبِ معاش کی بھی حدود مقرر کی ہیں۔ کسبِ معاش کے لیے عورت کو جن شرعی حدود و قیود کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ حسبِ ذیل ہیں:

خاوند کی اجازت

خاتون خانہ اپنی بعض مجبوریوں کی بناپر اگر گھر سے نکل آئے تو سب سے اول اسلام شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کو لازم قرار دیتا ہے۔

"حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں ان کی اجازت سے صنعت و حرفت کا شعبہ اختیار کیے ہوئے تھیں۔"[25]

حجاب کا استعمال:

علاوہ ازیں پردہ جو خواتین کا مضبوط حصار اور پناہ گاہ جو ان کو پیش آمدہ بداخلاقیوں سے محفوظ رکھتا ہے نیز عورت کی شرافت اور عزت کا ضامن ہے گھر سے باہر نکلتے وقت اس کو لازم پکڑا جائے نا صرف سفر کے دوران بلکہ جس جگہ اور جس شعبہ کو عورت اپنائے وہاں بھی پردہ کی شدید پابندی کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾" [26]

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ [باہر نکلا کریں تو] اپنے چہرے پر اپنی چادریں لٹکا [کر گھونگھٹ نکال] لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت ہو گا۔ تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔"

آزادانہ اختلاط سے اجتناب

مردوں سے آزادنہ اختلاط وارتباط کا خطرہ تب زیادہ بڑھ جاتا ہے جب عورت کو ایسے شعبے میں کام کرنا پڑھ جائے جہاں مردوں کی بہتات ہے، اس مرض کا اول حل تو یہی ہے کہ خواتین کی کثرت والا شعبہ اپنایا جائے بصورت دیگر مردوں سے آزادانہ اختلاط سے جس قدر ہو اجتناب برتا جائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جہاں ایک اجنبی مرد اور عورت ہوں تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"[27]

اظہارِ زینت کی ممانعت

عورت کی حرکات وسکنات اور زینت وسنگھار سے کسی قسم کا گھٹیا پن ظاہر نہ ہوتا ہو۔ وقار اس کا وطیرہ ہو اور سکینت وطمانیت اس کی عادت رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾" [28]

"اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔"

حفاظت نگاہ وعصمت

نگاہ وعصمت کی حفاظت یوں تو ہمہ وقت لازمی ہے مگر جب خاتون گھر سے چل دے تو اس امر کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ بایں ہمہ اگر کسی مرد سے بات کرنا مجبوری ہو تو پردے کی اوٹ سے بات کرے اور آواز میں شرینی ونرمی پیدا نہ کرنی چاہیے تاکہ دلوں کے مریض ایسی خاتون کی جانب میلان نہ رکھ پائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾" [29]

"نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔"

یہاں پر ایک نکتہ ذہین نشین رہے کہ خواتین کا گھروں سے نکلنا بصد مجبوری کے تحت ہے نا کہ لطف اندوزی، گھریلو روٹین کی بوریت کو دور کرنے یا کام کاج سے فرار اختیار کرنے کی وجہ سے ہو۔ معاشرے کا عام چلن یہ بنتا جارہا ہے کہ خواتین گھریلو معمولات کی یکسانیت سے اکتا جاتی ہیں اور معمولی اور بے ڈھنگی ہی سہی مگر کوئی ملازمت اختیار کرنے پر اپنے شوہروں کو مجبور کرتی ہیں۔ دو چار ہزار کے عوض کسی نجی ادارے میں جوتیاں چٹخاتی پھرتی ہیں مگر گھر گرہستی میں مہارت حاصل نہیں کرتیں۔ شائد وہ اس ذمہ داری کو عام، ان پڑھ اور روایتی خواتین کا کام سمجھتی ہیں۔ اس سوچ نے اسلامی دائرہ عمل کو نقصان پہنچایا اور سماجی ذمہداریوں کی ترتیب کو بدل دیا ہے جس سے صنفی کشمکش نے جنم لیا ہے۔

عہد رسالت میں عورت کا معاشی کردار

قرون اولیٰ کی خواتین جو امت کی بہترین ہستیاں تھیں مال جمع کرنے، جائیداد بنانے اور مختلف پیشوں سے منسلک ہونے میں رغبت رکھتی تھیں، ان کے رجحانات چونکہ ہر معاملہ میں اسلامی رہے ہیں اس لیے کسب معاش میں وہ اسلامی تعلیمات کا دامن ہاتھ سے کیوں جانے دیتیں۔ موجودہ زمانہ میں خواتین ان کی تعلیمات اور اسوہ سے مستفید ہو سکتی ہیں۔

اسلام نے عورت کو مال اور جائیداد بنانے کا حق مرحمت فرمانے کے ساتھ اپنی ذات میں تصرف کی اجازت بھی عنایت فرمائی، چنانچہ اس پر کوئی قدغن نہیں۔ تاہم جہاں وہ خرچ کرنا چاہتی ہے وہ مصرف شریعت اسلامیہ کے مخالف نہ ہو۔ حق تصرف کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾" [30]

"اور اس چیز کی تمنانہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے، جو انہوں نے محنت سے کمایا اور اللہ سے اس کے فضل میں سے حصہ مانگو، بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

علامہ قرطبیؒ اس آیت مبارکہ کے ذیل میں ایک قول نقل کرتے ہیں:

"عہد جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو وراثت میں حصہ دار نہیں بنایا جاتا تھا۔ لیکن جب ان کو وراثت میں حصہ ملنے لگا تو ایک مرد کے نصف حصہ ملا جس پر انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جس طرح حسب نسب کی نسبت مرد کی طرف ہوتی ہے عورتوں کو بھی اس میں شریک کیا جانا چاہیے۔ دوسری طرف مردوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جس طرح دنیا میں عورتوں پر تقسیم وراثت کے معاملہ میں اولیت حاصل ہے آخرت میں بھی ہمیں ایسے ہی عورتوں پر افضیلت ملنی چاہیے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔"[31]

عہد رسالت کے مدنی دور میں عورتوں کی معاشی سرگرمیوں کے بکثرت واقعات ملتے ہیں۔ مردوں کے دینی اور جہادی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے گھر کے انتظام وانصرام کے ساتھ ساتھ زراعت و باغبانی اور جانوروں کی دیکھ بھال کے کام بھی سرانجام دیا کرتیں۔

معلّمہ

حضرت عائشہ اور دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنھن نے معلّمہ کے پیشے کو جو توقیر بخشی وہ دیدنی ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات نازل ہوتی تھیں نیز رسول کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا نزدیکی شاہد اگر کوئی تھا تو یہی آپ کی زوجات محترمات تھیں چنانچہ انہوں نے جو دیکھا بلا کم و کاست امت تک پہنچادیا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تعلیم نسواں سے متعلق خاص احکامات نازل فرمائے۔ تعلیم نسواں کی اہمیت کے پیش نظر عام خواتین کی بجائے امہات المؤمنین کو بطور خاص مخاطب کر کے شعبہ تعلیم میں انہیں شراکت داری کا سرٹیفکیٹ عطا کردیا:

﴿"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ "[32]

"اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انہیں یاد کرو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

امام قرطبیؒ اس کی شرح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آیت میں مذکور وَاذْكُرْنَ سے مراد یاد کرنا، پڑھنا اور کلام کو زبان پر لانا ہے۔ یعنی کہ اللہ کے بتائے ہوئے اوامر ونواہی کو یاد کرنا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گھروں میں نازل ہوئے قرآن سے باخبر رہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کے افعال واعمال کو بطور خاص دیکھیں اور آپ کے اقوال کو بغور سماعت فرمائیں۔ تاکہ عوام الناس بھی ان سے مستفید ہو سکیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔"[33]

مولانا عبد السلام بھٹوی لکھتے ہیں:

"چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بہت سے اقوال وافعال اور احوال ایسے تھے جن کا تعلق گھریلو زندگی سے تھا اور جن کا علم صرف ازواج مطہرات کو ہوتا تھا، اس لیے انہیں آیات و حکمت کو یاد کرنے، انہیں یاد رکھنے اور لوگوں کے سامنے ذکر کرنے کا حکم دیا اور امہات المؤمنین نے یہ فریضہ نہایت خوش اسلوبی اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کیا۔ چنانچہ دینی مسائل کا بہت بڑا حصہ انہی کے ذریعے سے امت تک پہنچا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی وہ ان سے پوچھتے اور انہیں کے پاس سے، خصوصاً عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے اس کا تسلی بخش حل مل جاتا۔"[34]

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اس سلسلے میں ازواج مطہرات اور کئی ایک صحابیات کو تدریسی خدمات کے لیے تیار کیا۔ جن میں سے چند ایک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے ان کا تعارف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زیر سایہ رہا۔ میں نے ان سے زیادہ شان نزول، فرائض، سنت، شعر و شاعری، تاریخ عرب، انساب اور مقدمات کے فیصلوں، حتیٰ کہ طب کا جاننے والا کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا خالہ جان! آپ نے طب کہاں سے سیکھی؟ فرمانے لگیں۔ میں یا کوئی اور شخص بیمار ہوتا تو اس کا علاج بتایا جاتا، تو اسی طرح لوگ ایک دوسرے کو علاج بتاتے تو میں اسے یاد کر لیتی۔"[35]

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں۔

"كَانَتْ عَائِشَةُ، أَفْقَهَ النَّاسِ وَأَعْلَمَ النَّاسِ وَأَحْسَنَ النَّاسِ رَأْيًا فِي الْعَامَّةِ۔" [36]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سے سب سے زیادہ فقیہ اور سب سے بڑی عالمہ اور لوگوں کے بارے سب سے اچھا خیال رکھنے والی تھیں۔"

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"کثرت روایت میں اگرچہ آپ کا نام چھٹے نمبر پر آتا ہے۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ سے 2210 احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں 174 متفق علیہ ہیں جبکہ بخاری میں 54 اور مسلم میں 69 روایات مروی ہیں۔"[37]

علاوہ ازیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان ازواج میں شامل ہیں جن کی کثرت روایت سے دین کے مخفی گوشے روشن ہوئے، دیگر ازواج اور صحابیات بھی گاہے بگاہے روایت حدیث سے منسلک رہتی تھیں۔ ان معلمات صادقات کی کوششوں سے، رسول اکرم ﷺ کی نجی زندگی کے مختلف گوشوں کو سمجھنے، اجتہادی مسائل میں انسب رائے کو جاننے اور دیگر دینی احکامات کی معرفت میں بڑی مدد ملی ہے۔ محمود بن لبید کہتے ہیں:

كان أزواج النبي يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا وَلا مِثْلا لِعَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ.[38]

"حضور ﷺ کی ازواج احادیث کا مخزن تھیں، تاہم عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی حریف مقابل نہ تھا۔"

علامہ ذھبی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فقہی مقام و مرتبہ بارے نقل کرتے ہیں۔

وَكَانَتْ تُعَدُّ مِنْ فُقَهَاءِ الصَّحَابِيَّاتِ. [39]

"ان کا شمار فقہاء صحابیات میں ہوتا تھا۔"

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

"حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ ان سے 378 احایث مروی ہیں۔ جن میں تیرہ روایات متفق علیہ ہیں۔ جبکہ تین بخاری اور تیرہ مسلم میں موجود ہیں۔"[40]

غزوات میں عورتوں کی شرکت کا ایک مقصد مجاہدین کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنا بھی تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ، وَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ، وَأَقُومُ عَلَى مَرْضَاهُمْ، وَأُدَاوِي جَرْحَاهُمْ. [41]

"میں نبی کے ساتھ سات غزوات میں حصہ لیا۔ میں خیمہ میں رہ کر مجاہدین کے لیے کھانا بناتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی۔"

معلمات جو نبی کریم ﷺ سے سیکھتیں اسے گھر گھر پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتیں، جس سے اصلاح معاشرہ کو کام برق رفتاری سے پھیلتا چلا گیا۔ جو بعد میں صالح معاشرے کی تشکیل میں نمونے کے طور پر ابھر کر سامنے آیا۔

زراعت و باغبانی

زراعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے قرآن پاک میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ - وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ﴾. [42]

"اور ان کے لیے ایک عظیم نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔"

سورۃ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾. [43]

"اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔"

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے:

"اس آیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمین کی آبادکاری انسان کا بنیادی فرض ہے، یہ کام دینی طور پر فرض اور واجب ہے، اس لیے کہ جب اللہ تعالی کسی کام کا حکم دیتا ہے یا انسان سے مطالبہ کرتا ہے تو وہ مطالبہ یا حکم فرضیت یا وجوب ظاہر کرتا ہے۔"[44]

امام قرطبیؒ نے زید بن اسلم کا قول نقل کیا ہے:

"اس آیت میں اللہ نے لوگوں کو اپنی ضرورت کے مطابق گھر بنانے اور درخت لگانے کا حکم دیا ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق لوگوں کو گھر بنانے، کھیتی باڑی کرنے، درخت لگانے اور نہریں بنانے اور دیگر زرعی کام کرنے کا شعور عطا کیا ہے۔"[45]

قرون اولیٰ کی خواتین معلّمی کے پیشے کے بعد سب سے زیادہ جس شعبہ سے اتصال رکھے ہوئے تھیں وہ زراعت و باغبانی کا پیشہ تھا۔ مدینہ منورہ میں انصار خواتین کاشتکاری کرتی تھیں اور خاص طور پر سبزیاں ہوتی تھیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

طُلِّقَتْ خَالَتِي ثَلَاثًا، فَخَرَجَتْ تَجُدُّ نَخْلًا لَهَا، فَلَقِيَهَا رَجُلٌ، فَنَهَاهَا، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا: «اخْرُجِي فَجُدِّي نَخْلَكِ، لَعَلَّكِ أَنْ تَصَدَّقِي مِنْهُ أَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا»[46]

"میری خالہ کو تین طلاقیں دے دی گئیں تو وہ اپنی کھجوریں کاٹنے کے لیے نکل گئیں تو اسے ایک آدمی ملا جس نے اس کو منع کیا۔ تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور آپ کو یہ بات بتلائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چلی جایا کرو اور اپنی کھجوریں کاٹا کرو، تم اس سے صدقہ یا کوئی خیر کا کام ہی کرو گی۔"

دور مدنی میں بہت ساری باندیاں زرعی پیشے سے منسلک تھیں۔ علامہ بلاذری بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کے پاس بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے ریحہ نامی باندی تھی۔ جسے آپ ﷺ نے صدقے کے باغوں میں سے ایک باغ میں کام کے لیے رکھا ہوا تھا۔"[47]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ کے پاس سات جانور تھے جنہیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چرایا کرتی تھیں۔"[48]

تجارت

تجارت جو عرب باشندوں کا مرغوب پیشہ تھا مردوں کے ساتھ ساتھ چیدہ چیدہ عورتیں بھی اس پیشہ سے منسلک تھیں اس سلسلہ میں سب سے واضح مثال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دی جاسکتی ہے۔ طبقات ابن سعد میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تاجرانہ زندگی کو اس طرح احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے:

"خدیجۃ الکبریٰ ایک معزز، شریف، دولت مند اور تاجر خاتون تھیں۔ آپ ملک شام مال تجارت بھیجا کرتی تھیں۔ قریش کے اونٹوں پر جس قدر مال ہوتا تھا اس قدر ان کے تنہا اونٹوں پر ہوتا تھا۔ آپ مردوں سے تجارت

کرایا کرتی تھیں۔ سرمایہ آپ کا ہوتا تھا اور نفع میں آپ اور آپ کا شریک مرد دونوں برابر کے حصہ دار ہوتے تھے۔"[49]

الغرض سرمایہ لگا کر خود مالک بنیں اور مضاربت کی صورت میں مردوں کو کاروبار میں شریک بنا کر فائدے میں شریک کر لیتیں۔ انتہائی امانتداری اور صاف گوئی کی وجہ سے لوگ آپ کے کاروبار میں شراکت کرنا اور آپ کے لیے مارکیٹنگ کرنا پسند کیا کرتے، جس کی وجہ سے تجارت روز افزوں پھلتی پھولتی گئی۔

الاصابہ میں حافظ ابن حجر سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک عطر فروش صحابیہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مدینہ میں ایک عطر فروش خاتون "حولاء بنت تویت رضی اللہ عنہا" کے نام سے مشہور و معروف تھیں۔ ایک دن خانہ رسول ﷺ حاضر ہوئیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے خاوند کی شکایت کرنے لگیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں حولاء کے عطر کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔ اور سیدہ عائشہ سے استفسار کیا کہ کچھ خریدا یا نہیں؟ سیدہ عائشہ نے فرمایا: یہ آج خرید و فروخت کی بجائے خاوند کی شکایت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ چنانچہ خاوند سے متعلق پند و نصائح فرمائے اور ان کی دلجمعی فرمائی۔"[50]

حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خرید و فروخت کے بارے پوچھنا کا مقصد بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ بجائے اس کے کہ عورت حصول دولت کے لیے کوئی غیر مناسب ذریعہ اختیار کرنے کے تجارتی سرگرمیوں کو اپنائے تاکہ معاشرے میں ایک بلند مقام حاصل کر سکے۔

صنعت و حرفت

صنعت و دستکاری بھی قرون اولیٰ کی خواتین کا پیشہ رہا ہے، گھریلو معاملات سے سبکدوشی کے بعد وہ اکثر مختلف اشیاء بنانے میں لگی رہتی تھیں۔ عورت گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو کر کاروباری مشاغل کو بھی وقت دے سکے تو شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ اسلام اس عمل کو مستحسن قرار دیتا ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ ایسی بہت سی خواتین کی حوصلہ افزائی کرتے نظر آتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صنعت و حرفت سے واقف تھیں۔ اسی سے اپنے اور گھر والوں کے اخراجات پورے کرتی تھیں۔ ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنِّي امْرَأَةٌ ذَاتُ صَنْعَةٍ أَبِيعُ مِنْهَا وَلَيْسَ لِي وَلَا لِزَوْجِي وَلَا لِوَلَدِي شَيْءٌ.[51]

"میں دستکاری سے منسلک ہوں اور اشیاء بنا کر فروخت کرتی ہوں، اس کے علاوہ نہ میرے پاس اور نہ ہی میرے شوہر اور بچوں کا ذریعہ آمدن ہے۔"

اسد الغابہ میں امام ابن اثیر ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا دستکاری میں مہارت رکھنے والی تھیں، اپنے ہاتھ سے کام کرتیں اور جو آمدن حاصل ہوتی اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرتیں۔"[52]

بیشتر صحابیات خیاطی کی صنعت سے وابستہ تھیں جیسا کہ امام بخاری "ترجمة الباب" کے تحت لکھتے ہیں:

وَالمِيثَرَةُ: كَانَتِ النِّسَاءُ تَصْنَعُهُ لِبُعُولَتِهِنَّ، مِثْلَ القَطَائِفِ يُصَفِّرْنَهَا " وَقَالَ جَرِيرٌ: وَالمِيثَرَةُ: جُلُودُ السِّبَاعِ-" [53]

"مِیثَرَۃُ وہ کپڑا ہے جسے عورتیں اپنے شوہروں کے لیے زین پوش کے طور پر تیار کرتی تھیں۔ یہ جھالر دار چادر کی طرح ہوتا تھا جسے عورتیں زرد رنگ سے رنگ دیتی تھیں۔ جبکہ امام جریر کہتے ہیں: میثَرَۃُ درندوں کی کھالوں سے تیار شدہ زین پوش ہوتے تھے۔"

بعض انصار خواتین نے ایسے بڑھئی رکھے تھے جن سے کام لیتی اور معاوضہ کماتی تھیں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں آپ ﷺ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنالاؤں جس پر آپ ﷺ بیٹھ جایا کریں؟ اس لیے کہ میرا غلام بڑھئی کے پیشے سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم چاہو تو بنوا سکتی ہو۔" چنانچہ اس عورت نے آپ کے لیے منبر بنوالیا۔"[54]

مذکورہ بالا احادیث عورتوں کی صنعت وحرفت سے والہانہ وابستگی کی غماز ہیں، اس کے ساتھ ساتھ شریعت کے منشا کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اسلام عورتوں کے کاروبار کرنے پر قدغن لگانے کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اور اہم بات کہ جب صحابیات مبشرات نبی رحمت ﷺ سے اپنے کاروبار کی بابت استفسار کرتیں تو آپ ﷺ ان کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی فرماتے۔

پیشہ رضاعت

رضاعت وحضانت کا پیشہ تو بالخصوص خواتین کے متعلقہ ہے۔ قرون اولی کی سینکڑوں خواتین اس پیشہ سے منسلک تھیں۔ عرب امراء اپنے بچوں کو دیہاتی خواتین سے دودھ پلوانے میں شرف محسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [55]

"اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا۔"

رضاعت خالص نسوانی پیشہ اور کاروبار ہے۔ جس طرح قبل از اسلام عرب شرفاء میں بچوں کو مرضعات کے سپرد کرنا عام رواج تھا عہد رسالت میں بھی یہ پیشہ کاروبار کے طور پر برقرار رہا اور رضاعی ماؤں کے ایک طبقے نے اسے مستقل آمدن کا ذریعہ بنائے رکھا۔

1۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے مرضعہ کے طور پر سب سے زیادہ شہرت پائی۔ جنہیں نبی اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا رضاعت کی وجہ سے عبداللہ، انیسہ، جذامہ اور جدامہ جو عرف عام سے شیماء کے نام سے معروف ہیں سے تعلق قائم ہوا۔ اس کے علاوہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو آپ کے چچیرے بھائی تھے، ان سے بھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے رضاعت کا تعلق قائم ہوا۔[56]

آپ ﷺ ان کا اور ان سے متعلقہ افراد کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ غزوہ حنین کے اسیر ان میں حضرت شیماء رضی اللہ عنہا کو جب آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو فرط محبت کی وجہ سے آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ اور ان کے بیٹھنے کے لیے خود ردائے مبارک بچھائی، محبت کی باتیں کیں، چند اونٹ اور بکریاں عنایت کیں۔[57]

2۔ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا بھی عہد رسالت کی ایک مشہور و معروف مرضعہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رضاعت کے لیے ان کی خدمات مستعار لیں۔ اور اس کے عوض کھجور کے چند درخت دیئے۔[58]

دایہ

بچوں کی ولادت کے لیے دائیوں کا شعبہ کافی متحرک اور اہم سمجھا جاتا ہے جسے عربی میں دائی کے لیے "قابلة" کا لفظ بولا جاتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک لونڈی "سلمی" تھی جو دائیوں والا کام کرتی تھی۔ جس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لیے دایہ کے فرائض سرانجام دیے تھے۔[59]

اس کے علاوہ سباع بن عبدالعزی الخزاعی کی والدہ ام انمار بھی مکہ کی ایک مشہور و معروف دایہ تھیں۔[60]

یہ خالصتاً نسوانی پیشہ ہے جس سے عورتیں ہی ہمیشہ منسلک رہیں۔ عورت کی اس خدمت سے دنیا کا کوئی مہذب معاشرہ انکار نہیں کر سکتا۔

انا

عرب معاشرہ میں کم سن بچوں اور بچیوں کو "انا" کے سپرد کرنا عام رواج تھا۔ انا کے لیے عربی زبان میں **"حاضنة"** کا لفظ مستعمل ہے۔ اور یہ کام اجرت لے کر کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی انا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اس باب میں کافی شہرت رکھتی تھیں۔[61]

اس کے علاوہ سیدہ سلامہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی انا تھیں۔[62]

اسلام نے ما قبل کے پیشوں کو انسانی طبائع کی خاطر نا صرف جائز قرار دیا بلکہ ضرورت کے مطابق اس میں اصلاحات کر کے انسانیت کے لیے مفید بنایا۔

حق وراثت

اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی معاشی حقوق ادا کرتے ہوئے وراثت میں بھی حصہ دار بنایا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾۔ [63]

"مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ چھوڑ جائیں، اس میں سے جو اس [مال] تھوڑا ہو یا بہت، اس حال میں کہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔"

عرب جاہلی معاشرے میں خواتین کو ناپسند کرنے کی بنیادی وجہ ان کا جنگ میں مردوں کی طرح نہ لڑ سکنا تھا۔ چنانچہ اپنے ناقص فہم کی وجہ سے اس غیر معقول بات کو بنیاد بنا کر عورتوں اور بچوں کو جو جنگ میں شرکت کا اہل ہو گا وہی وراثت کا حقدار ہو گا۔ چنانچہ اللہ نے اس آیت کے ذریعے سب کو سمجھا دیا کہ وراثت ضرورت اور اہلیت کے مطابق نہیں بلکہ طریقہ کار کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔ اور اس طریقہ کار میں مردوں کے ساتھ خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ بلکہ آیت مذکورہ کے نازل ہونے کا سبب بھی یہی تھا۔

شوہر کے مال میں حق وراثت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال میں دوسرے کو اس کا وارث بنایا ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾۔ [64]

"اور تمہارے لیے اس کا نصف ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں، اگر ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے، جو انہوں نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں، یا قرض [کے بعد]۔ اور ان کے لیے اس میں سے چوتھا حصہ ہے جو تم چھوڑ جاؤ، اگر تمہاری کوئی اولا نہ ہو۔ پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لیے اس میں سے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ، یا قرض [کے بعد]۔"

عورت کی نسبت مرد کو وراثت میں دوگنا حصہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی تمام تر معاشی ذمہ داریوں کا مکلّف مرد کو بنایا گیا ہے۔ اس لیے یہ صنفِ نازک کے حقوق کو مزید فعال و مؤثر بنانے کے لیے ہے نا کہ غضب کرنے کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

والدین کے مال میں حق وراثت

عورت کو شادی شدہ اور بچوں والی بننے کے باوجود اپنے والدین کے مال میں سے بھی وراثت کا حصہ ملے گا۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ-﴾ [65]

"اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتا ہے، مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر حصہ ہے، پھر اگر وہ دو سے زیادہ عورتیں [ہی] ہوں، تو ان کے لیے اس کا دو تہائی ہے جو اس نے چھوڑا اور اگر ایک عورت ہو تو اس کے لیے نصف ہے۔ اور اس کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کا چھٹا حصہ ہے، جو اس نے چھوڑا۔ اگر اس کی کوئی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہی ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے، پھر اگر اس کے [ایک سے زیادہ] بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔"

آیت مبارکہ کی روشنی میں عورت کے حصے کی نوعیت دو طرح سے ہے۔ اگر عورت صاحب اولاد ہے تو ایسی صورت میں وراثت کا حصہ کم ہو جائے گا۔ یعنی

اولاد کی موجودگی میں کل جائیداد کا آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ ملے گا۔

علامہ طاہر القادری اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اس آیت مبارکہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ تقسیم کی اکائی لڑکی کا حصہ قرار دیا گیا ہے، یعنی سب کے حصے لڑکی کے حصے سے گنے جائیں گے۔ گویا تمام تقسیم اس محور کے گرد گھومے گی۔ جاہلیت میں لڑکیوں کو ترکے میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اکثر دوسرے مذاہب میں اب بھی ہے لیکن اسلام کی نظر میں لڑکی کو ترکے کا حصہ دینا کتنا ضروری ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ پہلے تو تقسیم وراثت کی عمارت کی بنیاد ہی لڑکی کے حصے پر رکھی پھر " يُوصِيكُمُ اللَّهُ" کہہ کر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت تاکیدی حکم ہے۔" [66]

اس آیت کے ذیل میں مولانا عبدالرحمان کیلانی لکھتے ہیں؛

"اسلام نے معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ مرد پر ڈالا اور عورت کو اس سے سبکدوش کر دیا اور جب مرد کمانے کے قابل نہیں رہتا مثلاً باپ دادا وغیرہ تو اس کا حصہ عورت یعنی ماں دادی وغیرہ کے برابر ہوتا ہے۔" [67]

اسلامی تعلیمات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امور وراثت کو عین فطری اصولوں پر منقسم کر کے ہمیشہ کے لیے نا صرف اس نزاع کا خاتمہ فرما دیا، بلکہ لڑکی کو وراثت سے محروم کرنے کو ظالمانہ اور معصیت پر مبنی عمل بھی قرار دیا۔

حاصل کلام

بائبل نے عورت کو معاشی طور پر غلام بنانے کی بجائے اسے معاش کی ذمہ داری اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھانے کی اجازت تو دی لیکن لازم نہیں کیا۔ اس لیے عورت جہاں مختلف پیشوں سے اپنی معاشی حیثیت کو مضبوط بناتی ہے وہی پر مرد کے فرائض میں عورت کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کا بھی عہد لیا۔ چنانچہ وراثت میں چند شرائط سے وراث بھی بنایا ہے۔

جبکہ قرآن نے بھی بائبل کے معاشی احکام کو نا صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں چند اصول وضوابط کو لازم قرار دے کر تحفظ نسواں کو یقینی بنانے کے ساتھ وسعت پیدا کر کے سہولتوں میں بھی اضافہ کیا۔علاوہ ازیں والدین، خاوند، اولاد اور بھائیوں کی وراثت میں مطلق بغیر کسی شرط کے حصہ دار بنایا۔اور حصہ سے محروم کرنے والے کے لیے آخرت میں سخت سزا مقرر کر کے معاملے کی اہمیت کو مزید اجاگر بھی کر دیا۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ خیر اللہ، ایف، ایس، قاموس الکتاب، مسیحی اشاعت خانہ لاہور ،2016ء، ص: 245

Khayr Ullah , F. S , Qamus al-Kitab, , Misyhy Ashaeat Khanuh lahore, 2016

[2]۔ کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 2006ء، امثال: 13:31

Holy Bible, Pakistan Bible Society Lahore, 2006, Proverbs: 31:13

[3]۔ خروج: 2:9۔10

Exodus: 2: 9-10

[4]۔ خروج: 1:15۔16

Exodus: 1:15. 16

[5]۔ 1 سموئیل: 8:13

1 Samuel: 8:13

[6]۔ 1 سموئیل: 28:24۔25

1 Samuel: 28: 24-25

[7]۔ پیدائش: 18:6

Genesis 18: 6

[8]۔ خروج: 2:18-19

Exodus: 2: 18-19

[9]۔ قاموس الکتاب: 184

Qamus al-Kitab: 184

[10]۔ 2 سلاطین: 23:7

2 Kings: 23: 7

[11]۔ خروج: 35:25۔26

Exodus: 35:25. 26

[12]۔ امثال: 31:13

Proverbs: 31:13

[13]۔ امثال: 31:19

Proverbs: 31:19

[14]۔امثال: 24:31

Proverbs: 31:24

[15]۔امثال: 19-16:31

Proverbs: 31:16-19

[16]۔ قاموس الکتاب، ص: 277

Qamus al-Kitab: 277

[17]۔ایوب: 28:28

Job: 28:28

[18]۔ قاموس الکتاب، ص: 277

Qamus al-Kitab: 277

[19]۔امثال: 5-1:31

Proverbs: 31:1-5

[20]۔گنتی: 11-6:27

Numbers: 27: 6-11

[21]۔ایوب: 15-13:43

Job: 43: 13-15

[22]۔حزقی ایل: 18-17:46

Ezekiel 46: 17-18

[23]۔النسائي، أحمد بن شعيب بن علي، السنن النسائي: مكتب المطبوعات الإسلامية حلب، 1986ء ، كتاب النكاح، المرأة الصالحة، [3232]

Al-Nasa'i, Ahmad bin Shuaib bin Ali, Al-Sunan Al-Nisa'i: Maktab al Matbueat al' Iislamiat, Aleppo, 1986, The Book of Marriage, The Righteous Woman, [3232]

[24]۔سورة الرعد: 13: 26

Al raed:13:26

[25]۔ ابن الأثير، علي بن أبي الكرم محمد، أسد الغابة في معرفة الصحابة، دار الكتب العلمية بيروت، 1994 م : 122/7

Ibn al-Atheer, Ali bin Abi Karam Muhammad, Asad al Ghabat fi Maerifat al Sahabah, Dar al-Kutub al-Ilmiyya, Beirut, 1994: 7/122

[26]۔ سورة الاحزاب: 33: 59

Al. ahizab: 33: 59

[27]۔ الترمذي، محمد بن عيسى، سنن الترمذي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي مصر 1975 م، : أبواب الرضاع، باب ما جاء في كراهية الدخول على المغيبات [1171]

Al Tirmizi, Muhammad Bin Esa, Sunan Al Tirmidhii, Sharikat Maktbat wa Matbaeat, Mustfa, al babi Al Halabii, Egypt, 1975, Abwab ul Rizah, 'abwab alridae ,

bab ma ja' fi karahiat aldukhul ealaa almughayabat [1171]

28 ـ سورة الاحزاب: 33: 32- 34

Al ahizab: 33: 32- 34

29 ـ سورة الاحزاب: 33: 55

Al Ahizab: 33: 55

30ـ سورة النساء: 32

Al Nisa'i: 4:32

31ـ القرطبي، محمد بن أحمد بن أبي بكر، الجامع لأحكام القرآن، دار الكتب المصرية القاهرة، 1964 م : [162/5]

Al Qurtibii, Muhamad bin Ahmad bin 'abi bik, Al Jamie alquran , Dar al kutub almisriat Cario, 1964: [5/162]

32ـسورة لاحزاب: 33: 34

Al Ahizab: 33:34

33ـتفسير القرطبى: 184/14

Tasir Al Qurtibii: 14/184

34ـ بھٹوی، عبدالسلام، تفسیر القرآن الکریم، دارالاندلس لاہور، 2014ء [607/3]

Bhuttvi, Abdul Salam, Tafsir-ul-Quran-ul-Karim, Dar-ul-Andalus, Lahore, 2014 [3/607]

35ـ الذهبي، شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان، سير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة بيروت، 1985 م :457/3

Al-Dhahabi, Shams Al-Din Muhammad bin Ahmed bin Othman, Sayr Aelam al Nubala', Al-Resala Foundation, Beirut, 1985: 3/457

36ـالنيسابوري، محمد بن عبدالله الحاكم، المستدرك على الصحيحين، دار الكتب، العلمية بيروت، 1990ء، ذِكْرُ الصَّحَابِيَّاتِ مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :6748

Al-Nisaburi, Muhammad bin Abdullah Al-Hakim, Al-Mustadrak ealaa al Shihayn, Dar Al-Kutub, Al-Ilmiyya Beirut, 1990, mentioning the female companions from the wives of the Messenger of God, may God bless him and grant him peace :6748

37ـسيراعلام النبلاء: 3/ 428

Sayr Aelam al Nubala': 3/428

38ـابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الكبرى، دار الكتب العلمية بيروت،1990 م، 286/2

Ibn Saad, Muhammad bin Saad, Tabaqat al-Kubra, Dar al-Kutub al-Ilmiyya, Beirut, 1990, 2/286

39ـ سير أعلام النبلاء، 472/3

Sayr Aelam al Nubala':3/472

40ـ سير اعلام النبلاء: 3/ 467

Sayr Aelam al Nubala':3/467

41ـ الشيباني، أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة بيروت، 2001 م، 84/5

Al-Shaibani, Ahmed bin Muhammad bin Hanbal, Musnad of Imam Ahmad bin Hanbal, Muasasat Al-Resala, Beirut, 2001 AD, 5/84

42ـ سورة يسين: 36: 33- 34

Yasin: 36: 33-34

43ـسورة هود: 61:11

Hood: 11:61

44ـتفسير قرطبى: 56/9

Tasir Al Qurtibii: 9/56

45ـتفسير قرطبى: 56/9

Tasir Al Qurtibii: 9/56

46ـ ابوداود: سليمان بن الأشعث السِّجِسْتاني، سنن ابوداود، المكتبة العصرية بيروت، كتاب الطلاق، باب فى المبتوتة تخرج بالنهار، [2297]

Abu Dawood: Suleiman Ibn Al-Ash'ath Al-Sijistani, Sunan Abu Dawood, al Maktabat Al-Asriya, Beirut, The Book of Divorce, Chapter on Al-Mabtotah, "Grouping by Day," [2297]

47ـ البَلَاذُري، أحمد بن يحيى بن جابر بن داود ،أنساب الأشراف، دار الفكر بيروت، 1996 م {453/1}

Al-Baladhuri, Ahmed bin Yahya bin Jaber bin Daoud, Ansab Al-Ashraf, Dar Al-Fikr Beirut, 1996 (1/453)

48ـ أنساب الأشراف للبلاذرى: 1/ 513

Ansab Al-Ashraf Al-Baladhuri: 1/513

49ـ طبقات ابن سعد: 8/31

Tabaqat Ibn Saad: 8/31

50- العسقلاني، أحمد بن علي بن محمد حجر، الإصابة في تمييز الصحابة، دار الكتب العلمية بيروت، 1415 هـ {94/8}

Al-Asqalani, Ahmed bin Ali bin Muhammad Hajar, Al-Isbah fi Tamyiz al Sahabah, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyya, Beirut, 1415, (8/94)

51ـ أسد الغابة في معرفة الصحابة : 7/ 122

Asad al Ghabat fi Maerifat al Sahabah: 7/122

52ـأسد الغابة في معرفة الصحابة: 126/7

Asad al Ghabat fi Maerifat al Sahabah: 7/126

53ـ البخارى، محمد بن إسماعيل، صحيح البخارى، دار طوق النجاة بيروت، 1422هـ ، كتاب اللباس، باب لبس القسي.

Al-Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih Al-Bukhari, Dar Touq Al-Najat, Beirut, 1422, Book of Dress, Chapter: Wearing Al-Qassi.

54ـصحيح البخارى: كتاب البيوع، باب النجار، {2094}

Sahih al-Bukhari: The Book of Sales, Bab al-Najjar, {2094}

55ـسورة النساء: 4: 7

Al Nisa'i: 4/7

56ـ ابن قيم ، شمس الدين محمد بن أبي بكر، زاد المعاد في هدي خير العباد، مؤسسة الرسالة بيروت، 1994م {81/1}

Ibn Qayyim, Shams al-Din Muhammad ibn Abi Bakr, Zad al-Ma'ad fi Hade al-Abbad, Muasasat Al Resala, Beirut, 1994 (1/81)

57ـ الطبري، محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، تاريخ الطبري ، دار التراث بيروت، 1387 هـ {81/3}

Al-Tabari, Muhammad bin Jarir bin Yazid bin Kathir bin Ghalib Al-Amali, Tarikh al Tabarii, Dar Al-Turath Beirut, 1387 {3/81}

58ـ نعمانی، شبلی/ندوی، سلیمان، سید، سیرۃ النبی ﷺ، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2002م، {716/2}

Nomani, Shibli / Nadvi, Sulaiman, Syed, Sirat-un-Nabi ﷺ, Maktab-e-Islamia Lahore, 2002, {2/716

59ـأسد الغابة في معرفة الصحابة : 147/6

Asad al Ghabat fi Maerifat al Sahabah: 6/147

60ـأنساب الأشراف للبلاذرى: 322/1

Ansab Al-Ashraf Al-Baladhuri: 1/322

61ـ المزي ، جمال الدين ابن الزكي أبي محمد، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، مؤسسة الرسالة بيروت، 1980م {329/35}

Al-Mazi, Jamal Al-Din Ibn Al-Zaki Abi Muhammad, Tahdhib al Kamal fi 'Asma' al Rijali, Muasasat , Al-Resala, Beirut, 1980 AD {35/329}

62ـأسد الغابة في معرفة الصحابة : 144/6

Asad al Ghabat fi Maerifat al Sahabah: 6/144

63ـ سورة النساء: 4: 7

Al Nisa'i:7/4

64ـسورة النساء: 4: 12

Al Nisa'i:12 :4

65ـ سورة النساء: 4: 11

Al Nisa'i:4:11

66ـالقادری، طاہر، ڈاکٹر، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن لاہور، ط2009، ص:93

Qadri, Tahir, Doctor, Women's Rights in Islam, Minhaj-ul-Quran Lahore, 2009, p. 93

67ـکیلانی، مولانا عبدالرحمٰن، تفسیر تیسیر القرآن الکریم، مکتبہ السلام لاہور، 1432ھ، [362/1]

Kelani, Maulana Abdul Rahman, Tafsir-e-Taiser-ul-Quran, Maktab-ul-Salam, Lahore, 1432 AH, [1/362]